جلد ۲۹ | ۲۲ امان ۱۳۲۰ ہش | ۲۳ صفر ۱۳۶۰ھ | ۲۲ مارچ ۱۹۴۱ء | نمبر ۶۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

رُوحانیت میں ترقی حاصل کرنے کا طریق

اپنے خیالات کو پاک رکھو۔ اور ذکر الٰہی کی طرف توجہ کرو

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

فرمودہ ۳۱۔ جنوری ۱۹۴۱ء بمقام لاہور

مرتبہ شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر۔

سُورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

میری نیت تو قادیان جا کر جمعہ پڑھانے کی تھی۔ مگر گو سے چونکہ زیادہ بیمار ہو گئے اور کل سے میری کھانسی میں بھی شدت پیدا ہو گئی۔ اس لئے میں نہیں جا سکا۔ لیکن آج میری کھانسی کی جو حالت ہے۔ اس کی وجہ سے یہاں بھی زیادہ دیر تک بلند آواز سے میں نہیں بول سکتا۔ خصوصاً آج صبح کے وقت تو مجھے اس قسم کا ضعف محسوس ہوتا تھا۔ کہ بعض دفعہ بالکل بیٹھنا۔ بلکہ لیٹنا بھی دوبھر معلوم ہوتا تھا۔

ہماری

لاہور کی جماعت

اس طرح مختلف علاقوں میں پھیلی ہوئی ہے کہ اسے کسی ایک نظام کے نیچے لانا آسان کام نہیں۔ کسی محلہ میں دس پندرہ آدمی ہیں کسی میں بیس۔ کسی میں پچاس۔ کسی میں دو چار۔ اور کسی میں ایک ہی ہے اور اس وجہ سے

باجماعت نمازوں میں باقاعدگی

بہت مشکل ہے۔ گو ایک لحاظ سے مشکل نہیں بھی۔ کیونکہ اگر آدمی ارادہ کر لے۔ تو اس کے پورا کرنے میں زیادہ دقت محسوس نہیں ہوتی۔ مگر اس زمانہ میں لوگ نماز باجماعت کو زیادہ ضروری نہیں سمجھتے۔ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں یہ حال تھا۔ کہ ایک نابینا حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ کہ یا رسُول اللہ! میں نابینا ہُوں۔ لوگوں نے

گلیوں میں پتھر

رکھے ہوئے ہیں۔ اس وقت کچے مکان ہوتے تھے۔ اور جس طرح ہمارے ملک میں بھی لوگ کچے مکانوں کے ساتھ ساتھ پتھر وغیرہ رکھ چھوڑتے ہیں۔ تا کہ پرنالہ وغیرہ سے گلیں نہیں۔ عرب میں بھی لوگ پتھر وغیرہ رکھ چھوڑتے تھے۔ اس نابینا نے عرض کیا کہ رستوں میں پتھر وغیرہ ہوتے ہیں اندھیرے میں دوسرے لوگوں کو بھی ٹھوکریں لگتی ہیں۔ اور ان کے پاؤں بھی زخمی ہو جاتے ہیں۔ اور میں تو نابینا ہوں۔ اگر اجازت ہو۔ تو رات کی نمازیں گھر میں ہی پڑھ لیا کروں۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا اجازت ہے۔ مگر جب وہ چلا۔ تو فرمایا۔ اسے بلاؤ۔ اور وہ دوبارہ آیا۔ تو فرمایا۔ تمہارے گھر تک اذان کی آواز پہونچتی ہے۔ یا نہیں۔ اس نے عرض کیا۔ پہونچتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ پھر گھر میں پڑھنے کی اجازت نہیں جس طرح بھی ہو مسجد میں آکر باجماعت نماز ادا کیا کرو۔

غرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تو نابینا کے لئے بھی صحت کی حالت میں مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ مگر اب لوگ اس بات کی زیادہ پرواہ نہیں کرتے۔ مگر ساتھ ہی شکایت ضرور کرتے ہیں۔ کہ وُہ روحانیت نظر نہیں آتی جو پہلے بزرگوں میں تھی۔ اور جس کا ذکر پہلی کتابوں میں ملتا ہے۔ حالانکہ وُہ روحانیت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ جب تک وُہ کام نہ کئے جائیں جو وُہ کرتے تھے۔ وُہ کثرت سے ذکر الٰہی کرنا۔ درود شریف پڑھنا۔ مساجد میں بیٹھ کر اللہ کو یاد کرنا اور نمازوں کو باجماعت ایسی پابندی سے ادا کرنا کہ جن کے نتیجہ میں خدا تعالےٰ کے فضل نازل ہوتے تھے۔ اب بالکل نہیں۔ مثل مشہور ہے کہ ہندوستان میں افغانستان کے ایک بادشاہ وہاں سے بھاگ کر آئے ہُوئے تھے۔ یہ مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب کا زمانہ تھا۔ مہاراجہ صاحب ان کی مدد کرتے تھے۔ تا ان کے ملک میں بھی اثر و نفوذ بڑھ جائے۔ چنانچہ وُہ یہاں سے مدد لے کر گئے۔ اور پھر وہاں اپنی حکومت قائم کی۔ یہاں قیام کے دوران میں ایک دن مہاراجہ صاحب نے ان سے فرمایا۔ کہ آپ کے افغانستان میں لوگوں کی اولادیں بڑی ہوتی ہیں۔ ہمارے ہاں اتنی نہیں ہوتیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ اس کا کوئی نسخہ ہمیں بھی بتائیں۔ بادشاہ نے کہا۔ کہ اس کا جواب میں افغانستان جا کر ہی دے سکتا ہُوں۔ آپ میرے ساتھ اپنا کوئی آدمی بھیج دیں۔ میں اسے نسخہ بتا دونگا

چنانچہ جب وہ واپس جانے لگے۔ تو مہاراجہ صاحب نے اپنا ایک آدمی ساتھ بھیجا کہ نسخہ معلوم کر آئے۔ وہاں وہ جاکر دو چار روز رہا۔ اور پھر کہا کہ بتائیے کیا نسخہ ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ آپ کل صبح آجائیں میں بتاؤنگا۔ چنانچہ وہ اگلی صبح چلا گیا۔ بادشاہ اپنے کام میں مشغول رہا۔ جب ناشتہ کا وقت آیا تو بادشاہ نے قریباً آدھ سیر بادام پستہ کشمش اور مرغ مسلم کے کباب کھائے۔ اور اس کے بعد کچھ اور کاموں میں مشغول ہوگئے۔ دوپہر کے کھانے کا وقت آیا تو پھر دنبے کا پلاؤ اور اس کی یخنی اور اسی قسم کے آٹھ دس کھانے اور کھائے۔ عصر کے وقت پھر مرغ مسلم کھایا۔ اور بادام اور پستہ پھانکا اسی طرح شام کو بھی کھایا مگر مہاراجہ صاحب کے آدمی سے کوئی بات نہ کی۔ عشاء کے وقت اس نے کہا کہ آپ نے فرمایا تھا نسخہ بتائیں گے۔ مگر بتایا کوئی نہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ سارا دن بتاتا تو رہا ہوں۔ مہاراجہ صاحب سے کہدیں۔ کہ ان کے ملک میں لوگ غذا ہی ایسی نہیں کھاتے جس سے کثرت سے اولاد پیدا ہو۔ اس سوال کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ ایک انسان سارا دن ہل چلاتا ہے۔ ہاتھ سے اپنے جانوروں کے لئے چارہ لاتا۔ اور اسے کترتا ہے۔ دودھ دوہتا ہے۔ اور اسی طرح مشقت کے کام سارا دن کرتا۔ اور پھر اس کے بعد سوکھی روٹی لسی کے ساتھ یا دودھ یا مکھن کے ساتھ کھالیتا ہے تو اس کے جسم میں جس قسم کی طاقت پیدا ہوگی وہ ایسے شخص میں کہاں ہوسکتی ہے۔ جو کہ پندرہ مرغن غذائیں کھاکر سارا دن چارپائی پر بیٹھا رہتا ہے۔ قوت زیادہ کھانے سے نہیں بلکہ ہاضمہ سے پیدا ہوتی ہے۔ بالکل یہی حال روحانیات میں ہے۔ جو لوگ ذکر الہٰی تو کرتے ہیں۔ مگر

نفس کی تربیت

نہیں کرتے۔ ان کو بھی کوئی فائدہ نہیں پہونچتا۔ اور جو ذکر الہٰی نہیں کرتے۔ اور صرف تربیت نفس کی طرف ہی متوجہ رہتے ہیں۔ وہ بھی محروم رہتے ہیں۔ جس طرح جسمانیات میں اگر کوئی شخص ورزش تو کرے مگر کھائے کچھ نہیں بیمار ہو جاتا ہے۔ اور جو زیادہ کھاتا تو ہے مگر ورزش نہ کرے وہ بھی بیمار ہو جاتا ہے۔ صحت کی درستی اور طاقت کے لئے دونوں چیزوں کی ضرورت ہے۔ یہی حال روحانیت کا ہے۔ ایک طرف قلب۔ خیالات اور

ارادوں کو پاک وصاف کرنا ضروری

ہے۔ اور دوسری طرف ذکر الہٰی کرنا کثرت سے درود شریف پڑھنا اور خدا تعالےٰ کی یاد میں کچھ وقت خاموش بیٹھنا اور اس کی صفات پر غور و فکر کرنا ضروری ہے۔ پھر نمازوں کی باقاعدگی اور نماز میں دعائیں کرنا بھی ضروری ہے نفسانی تربیت ایسے ہی ہے جیسے جسمانی غذا۔ نماز کی ظاہری حرکات، روزے یا دوسرے ضروری امور مثلاً چندے وغیرہ دینا تبلیغ کرنا بھی روحانیت کی طاقت کو مضبوط کرتے ہیں۔ دعا دل اور ارادوں کی تطہیر اور ذکر الہٰی نئی طاقتیں پیدا کرتے ہیں۔ اور پہلی طاقتوں کو نشوونما دیتے ہیں۔ اور یہ سب چیزیں ملکر ہی روحانیت کو طاقت دے سکتی ہیں۔ دونوں میں انسان ترقی کرے۔ تو اس کی روحانیت میں ترقی ہوسکتی ہے۔ اس کے بغیر نہیں مگر میں دیکھتا ہوں۔ کہ اس زمانہ میں

مغربی تعلیم کے زیر اثر

ذکر الہٰی اور دل کی تطہیر کی طرف توجہ بہت کم ہے۔ اور لوگ بالعموم اللہ تعالےٰ کے ساتھ تعلق کو ایک سودا سمجھتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ جب ہم نے فرض ادا کردیا تو اور کوئی ذمہ واری ہم پر باقی نہیں رہی۔ حالانکہ فرائض کی ادائیگی صرف انسان کو سزا سے بچاسکتی ہے۔ انعام کا مستحق انسان صرف نوافل ہی بنا سکتے ہیں۔ حکومتیں کئی قسم کے ٹیکس لگاتی ہیں۔ مثلاً بعض میونسپل ٹیکس ہیں۔ انکم ٹیکس ہے یا بعض اور ٹیکس ہوتے ہیں۔ جنہیں انسان ادا کرتا ہے۔ یا منی آرڈر وغیرہ پر فیس ہوتی ہے۔ کیا کوئی جاہل سے جاہل بھی کبھی افسروں سے کہتا ہے۔ کہ میں نے منی آرڈروں کی فیس کے طور پر ہزاروں روپے

حکومت کے خزانے میں

داخل کئے ہیں مجھے خطاب دیا جائے اگر کوئی یہ کہے بھی تو وہ کہہ دیں گے کہ تم نے فیس دی۔ اور ہم نے تمہارا روپیہ پہونچا دیا۔ بات ختم ہوگئی خطاب کس بات کا۔ پس فرائض کی ادائیگی کسی انعام کا مستحق نہیں بنا سکتی۔

انعام کے طالب

وہی ہوسکتے ہیں جو کوئی زائد کام کریں محض ٹیکس کا ادا کرنا کسی خطاب کا مستحق نہیں بنا سکتا۔ ہاں اگر کسی ملک یا شہر میں فساد ہو۔ اور کوئی شخص اسے فرو کرنے میں مدد دے۔ تو وہ کہہ سکتا ہے۔ کہ فرض کے طور پر میرا کام صرف یہ تھا۔ کہ میں کسی فساد میں حصہ نہ لوں۔ مگر میں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ پولیس کے ساتھ مل کر میں نے اسے دُور کیا اور اس طرح اپنے فرض سے زائد کام کیا۔ فرض صرف یہی تھا۔ کہ میں فساد میں خود حصہ نہ لوں۔ لیکن اس سے زائد کام کرنے کی وجہ سے میں انعام کا مستحق ہوں۔ تو اس کا مطالبہ معقول ہوگا؛

غرض انعام کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے۔ کہ

فرض سے بڑھ کر کام کیا جائے

فرائض کو ادا کردینا انسان کو سزا سے تو بچاسکتا ہے۔ مگر قرب الہٰی کا موجب نہیں ہوسکتا۔ قرب نوافل سے ہی ملتا ہے۔ اور نماز باجماعت بھی فرائض میں داخل ہے۔ اس کے بعد وہ چیزیں ہیں۔ جو نوافل کا درجہ رکھتی ہیں مثلاً ذکر الہٰی کرنا۔ استغفار کرنا۔ صفات الہٰی پر غور کرنا۔ دن میں اپنے کام کے دوران میں جب بھی موقعہ ملے تسبیح تحمید اور تکبیر کرتے رہنا بلند آواز سے ہی ضروری نہیں بلکہ آہستہ آہستہ بھی یہ ذکر کیا جاسکتا ہے۔ یہ چیزیں روح میں طاقت پیدا کرتی ہیں۔ اور انسان کو اللہ تعالےٰ کے قریب کرتی ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ مومن نوافل سے ہی خدا تعالےٰ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ اور جوں جوں وہ نوافل میں ترقی کرتا ہے خدا تعالےٰ کے زیادہ قریب ہوتا جاتا ہے۔ اگر وہ ایک قدم خدا تعالےٰ کی طرف اٹھاتا ہے تو خدا تعالےٰ دو قدم اسکی طرف آتا ہے۔ اگر وہ چلکر خدا تعالےٰ کی طرف جاتا ہے تو خدا تعالےٰ اس سے تیز چلکر اسکی طرف آتا ہے۔ اگر وہ تیز چل کر جاتا ہے۔ تو خدا تعالےٰ دوڑ کر اسکی طرف آتا ہے یہاں تک کہ نوافل کے ذریعہ ایک دن ایسا آجاتا ہے کہ خدا تعالےٰ اسکے ہاتھ بن جاتا ہے۔ جن سے وہ کام کرتا ہے۔ خدا تعالےٰ اس کے پاؤں بن جاتا ہے جن سے وہ چلتا ہے۔ خدا تعالےٰ اسکی زبان بن جاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ اس کی آنکھیں بن جاتا ہے جن سے وہ دیکھتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ اس کے کان بن جاتا ہے جن سے وہ سنتا ہے۔ مگر یہ مقام سوائے اس حالت کے حاصل نہیں ہوسکتا۔ جو عشق کی ہوتی ہے۔

عاشق کے معنی

عام طور پر پاگل کے ہی سمجھے جاتے ہیں۔ جنکا قرآن میں ذکر ہے۔ مثلاً مجنوں۔ فرہاد وغیرہ

مدینۃ المسیح

قادیان ۲۰ امان ۱۳۲۰ ہش۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے متعلق ساڑھے نو بجے شب کی ڈاکٹری اطلاع مظہر ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے فضل سے حضور کی طبیعت اچھی ہے۔ الحمدللہ

حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت بھی بفضل خدا اچھی ہے۔ ثم الحمدللہ

نظارت دعوت وتبلیغ کی طرف سے مولوی محمد سلیم صاحب کو شام چوراسی کے جلسہ میں بھیجا گیا ہے ؛

آج شیخ محمد شریف صاحب ڈویژنل انسپکٹر لاہور نے تعلیم الاسلام ہائی سکول کا معائنہ کیا۔ اور بعد معائنہ بذریعہ کار لاہور تشریف لے گئے ؛

مگر عشق در اصل

شدید محبت کا نام

ہے۔ جیسے ماؤں کو اپنے بچوں سے ہوتی ہے۔ یا باپ کو بچوں سے ہوتی ہے۔ خاوند کو بیوی سے، اور بیوی کو خاوند سے ہوتی ہے۔ ان کے قلوب کی جو کیفیت ہوتی ہے۔ کیا وُہ فرائض والی حالت ہوتی ہے فرائض والی کیفیت تو نوکر اور آقا کی ہوتی ہے۔ جس میں بسا اوقات یہ شرائط ہوتی ہیں۔ کہ میں یہ کام کروں گا۔ اور یہ نہیں کروں گا۔ مگر گھروں میں کبھی یہ باتیں نہیں ہوتیں۔ کیا بچوں کے معاملہ میں یا خاوند اور بیوی کے معاملہ میں کوئی شرائط ہوتی ہیں۔ دس پندرہ روپیہ تنخواہ لینے والے نوکر سے بھی اگر کہو۔ کہ پاخانہ اٹھائے۔ تو کبھی خوشی اور بشاشت سے نہیں اٹھائے گا۔ مگر دس ہزار روپیہ ماہوار کمانے والے انسان کی بیوی جو اس کے درجہ میں برابر کی شریک ہے۔ اگر کوئی ایسا موقعہ آجائے۔ تو بغیر کسی ہچکچاہٹ کے خاوند کا پاخانہ اٹھا دے گی۔ اور اسی طرح خاوند بیوی کا اٹھا دے گا۔ خواہ وُہ گورنر، وائسرائے بلکہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔ اگر کوئی ایسا موقعہ آئے۔ کہ نوکر پاس نہ ہو۔ اور بیوی کو قے ہو جائے۔ تو کیا وُہ انتظار کرے گا کہ نوکر کو بلائے۔ اور وُہ اسے صاف کرے۔ وُہ اس وقت یہ خیال نہیں کریگا کہ یہ کام چوہڑوں کا ہے۔ بلکہ وُہ خود اسے صاف کرے گا۔

تو محبت کے موقعہ پر فرائض کو نہیں دیکھا جاتا۔ مولویوں نے

شریعت کی حقیقت

کو نہ سمجھنے کی وجہ سے فقہ کی کتابوں میں عجیب مسائل لکھ دیئے ہیں۔ مثلاً خاوند پر فرض یہی ہے۔ کہ بیوی کو دو جوڑے کپڑے دیدے۔ اور کھانا مہیا کر دے۔ خواہ کوئی غریب ہو، یا بادشاہ۔ بس اس پر دو جوڑے ہی فرض ہیں۔ حالانکہ بعض لوگ چاہتے ہیں۔ کہ ان کی بیوی کئی کئی جوڑے دن میں بدلے۔ اور بعض دو بھی نہیں دے سکتے۔ تو ایسے فتووں پر انسان کس طرح عمل کر سکتا ہے۔ بعض گھروں میں کام زیادہ ہوتا ہے۔ عورتیں کپڑے خود نہیں دھو سکتیں۔ اور بعض مرد نفاست پسند ہوتے ہیں۔ وُہ چاہتے ہیں۔ کہ بیوی دوسرے تیسرے روز کپڑے بدلے اب یہ دو جوڑوں سے تو نہیں ہو سکتا اور اس لئے وُہ بغیر اس خیال کے کہ فقہ کی کتابوں میں کیا لکھا ہے۔ کافی کپڑے بنا دیتے ہیں۔

پھر بعض لوگ دو جوڑے بھی نہیں بنا کر دے سکتے۔ اس لئے یہ کوئی پابندی نہیں کی جا سکتی۔ بعض لوگ بیوی کو پچاس سو۔ بلکہ ہزاروں روپیہ ماہوار جیب خرچ دے دیتے ہیں۔ مگر کئی لوگ ہیں۔ جو روٹی بھی مہیا نہیں کر سکتے۔

اب اس معاملہ میں کون یہ دیکھتا ہے کہ فقہاء کیا کہتے ہیں۔ میاں بیوی کے تعلقات میں ان باتوں کو نہیں دیکھا جا سکتا۔ بلکہ اس تعلق کی بنیاد محبت پر ہوتی ہے۔ ہر ایک کی یہی خواہش ہوتی ہے۔ کہ جتنا بھی ہو سکے۔ ایک دُوسرے کے زیادہ قریب ہوں۔

غرض جوڑوں کی قید صرف فرائض کی ادائیگی تک تو ہو سکتی ہے۔ مگر محبت کے تعلقات میں اسے قائم نہیں رکھا جا سکتا بلکہ میاں یہ دیکھتا ہے۔ کہ اپنی بیوی کو زیادہ سے زیادہ آرام پہونچائے۔ اور بیوی یہ کہ زیادہ سے زیادہ خدمت خاوند کی کر سکے۔ اور وُہ ایسی خدمت کرتی ہے۔ کہ بعض اوقات چار پانچ روپیہ کا نوکر بھی نہیں کر سکتا۔

میں دوسروں کا نہیں کہتا۔ خود

اپنے گھر کا تجربہ

بیان کرتا ہوں۔ کئی بار شدید بیماری کی حالت میں ایسے مواقع بھی آئے ہیں۔ کہ چارپائی کے قریب ہی کموڈ پر پاخانہ یا پیشاب کرنا پڑا۔ اور ملازمہ وغیرہ کو جب اٹھانے کو کہا گیا۔ تو اس نے کہا۔ کہ ابھی چوہڑی آتی ہے۔ وُہ اٹھا لے جائے گی۔ مگر بیوی نے فوراً اٹھا کر باہر رکھ دیا۔ اسے یہ احساس تک بھی نہیں ہوا۔ کہ یہ چوہڑی کا کام ہے۔ بلکہ اس وقت اسے یہ پتہ بھی نہیں لگ سکا۔ کہ یہ ایسا کام ہے۔ جو میرے کرنے والا نہیں۔ یہی حال خاوند کا ہوتا ہے۔ تو

محبت کے تعلقات

ایسی ہی بنیادوں پر قائم ہوتے ہیں۔ فرائض کی ادائیگی پر نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ کسی صوفی سے کسی نے پوچھا۔ کہ مجھے کوئی ایسا کلمہ بتا دو جس کا میں ذکر کیا کروں۔ انہوں نے کوئی کلمہ بتا دیا۔ اس نے پھر پوچھا۔ کہ کتنی دفعہ روزانہ یہ ذکر کیا کروں۔ وُہ صوفی خدا رسیدہ تھے۔ یہ سوال سُنکر حیرت میں پڑ گئے۔ تھوڑی دیر بالکل خاموش رہے۔ اور پھر فرمایا۔ کہ "یار دا ناں لینا تے گن گن کے۔" یعنی کیا محبوب کے ذکر پر بھی گنتی اور شمار کی قید لگائی جا سکتی ہے؟ اگر محبت ہو۔ تو جو بھی فرصت کا وقت ہو۔ اس میں اس کی یاد آئے گی گننے کا کیا مطلب ہے؟

تو سوائے ان عبادتوں کے جو فرض ہوتی ہیں۔ اور جن کا گننا بھی ضروری ہوتا ہے نوافل میں سے بھی بعض نوافل سنت کا رنگ رکھتے ہیں۔ ان کے سوا جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی پوچھتا۔ کہ فلاں ذکر کتنی بار کرنا چاہئے تو آپ فرماتے۔ کہ جب تک

طبیعت میں بشاشت

پیدا ہو۔ تعداد آپ نے کبھی نہیں بتائی تو یہ نوافل ہیں۔ جو انسان کے اندر حقیقی محبت پیدا کرتے ہیں۔ عبادت کو صرف فرائض تک محدود رکھنے کے معنے تو صرف یہ ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ آقا ہے۔ اور میں اس کا نوکر ہوں۔ اس سے زیادہ نہیں۔ اور نوکر و آقا کے تعلقات خواہ کیسے ہی کیوں نہ ہوں محبوب اور محب اور عاشق و معشوق کے پاکیزہ تعلقات کا مقابلہ ہرگز نہیں کر سکتے۔

محب اور محبوب کا تعلق

امن و راحت کا تعلق ہوتا ہے۔ اور یہ تعلق اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے۔ جب انسان کے اندر محبت کا رنگ پیدا ہو۔ اور وُہ حدود و قیوُد کو نظر انداز کر دے۔ اور ہر وقت دل میں یہ احساس ہو۔ کہ میں نے اس تعلق میں ترقی کرنی ہے۔ یہ نہیں۔ کہ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد صرف یہ احساس ہو۔ کہ اب میں نے صرف ظہر کی نماز پڑھنی ہے۔ اور ظہر کے بعد یہ کہ عصر کی پڑھنی ہے۔ بلکہ ہر وقت خدا تعالےٰ کی طرف دھیان رہے۔ صبح کی نماز کے بعد جب ایک دوکاندار دوکان کا دروازہ کھولے تو اس وقت بھی خدا تعالےٰ کی یاد دل میں ہو۔ اور دل و زبان خدا تعالےٰ کی تسبیح و تحمید کر رہے ہوں۔ اور جب کسی کو سودا دے رہا ہو۔ تو اس وقت بھی دل اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہو۔ اور جب گاہک کو سودا دے لے۔ تو دل میں اطمینان ہو۔ کہ میں نے اس کا حق نہیں مارا۔ مگر پھر بھی استغفر اللہ پڑھتا رہے۔ کہ شائد مجھ سے کوئی کمی رہ گئی ہو۔ تو اللہ تعالےٰ اسے معاف کر دے۔ وزن پُورا دیا ہو۔ سودا بھی ناقص نہ ہو۔ سب کچھ ٹھیک کرنے کے بعد بھی یہ خیال ہو۔ کہ کوئی ایسی بات مجھ سے نہ ہو گئی ہو۔ کہ جو میرے محبُوب کی ناراضگی کا موجب ہو۔ اور اس لئے استغفار کرتا رہے۔ یہی حال زمیندار کا ہو۔ وہ پورے زور کے ساتھ ہل چلا رہا ہو۔ مگر دل میں ذکر الٰہی کرتا رہے۔ یہ دونوں کام ایک ہی وقت ہو سکتے ہیں۔ صرف یہ کافی نہیں کہ صبح کی نماز پڑھ لی ہے۔ اور اب ظہر کی پڑھنی ہے۔ اور ظہر کی پڑھ لی ہے۔ تو اب عصر کی پڑھنی ہے۔ بلکہ جب بھی موقعہ ملے۔ خدا تعالےٰ کی یاد کرتا رہے۔ یہی وُہ چیز ہے۔ جو

رُوح کو طاقت

دیتی۔ اور دل کو صاف کرتی ہے۔ اور اسی کے نتیجہ میں خدا تعالےٰ کا قرب حاصل ہو سکتا ہے۔ پس اس زمانہ میں شہروں اور قصبوں میں جو دقتیں ہیں۔ ان کے لحاظ سے ان جگہوں کے رہنے والوں کو ان امُور کی طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ خصُوصاً لاہور میں جہاں میلوں کا فاصلہ ہے۔ بے شک اس زمانہ میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہونچنے کے لئے سواریاں بھی ہیں۔ مگر وُہ سب کو میسر نہیں۔ اور لاہور میں تو وُہ ابھی رائج بھی نہیں۔ یورپ میں شہروں کے اندر بھی ریلیں چلتی ہیں۔ بسیں ہیں اور بھی کئی قسم کی سواریاں ہیں۔ مگر یہاں لوگوں کی تنگی کی وجہ سے ایسا انتظام بھی مشکل ہے۔ اس لئے لوگ باجماعت نمازوں میں سست ہو جاتے ہیں۔ لاہور میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو میں نے سُنا ہے۔

جمعہ میں بھی سستی کرتے ہیں

مگر یہ لوگ بالکل مردہ دل ہوتے ہیں۔ اور اس موقعہ پر میں ان کا ذکر نہیں کر رہا۔ ان کے لئے اور قسم کی نصیحت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس وقت تو میرے مخاطب وہ لوگ ہیں جو باقاعدہ نمازیں ادا کرتے ہیں۔ اور باجماعت نماز کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں۔ کہ ان کی یہ حالت بھی قابل تسلی نہیں۔ ان کو اور آگے بڑھنا چاہیئے اور ذکر اذکار کی عادت ڈالنی چاہیئے میں نے دیکھا ہے۔ کہ تعلیم یافتہ لوگ ذکر اذکار کو غیر ضروری اور

حقیر کام

سمجھتے ہیں۔ بہت ہی کم ہیں۔ جن کو میں نے اس طرف متوجہ دیکھا ہے۔ بیشک ایسے لوگ ہیں۔ جو مساجد میں بیٹھ کر تسبیح و تحمید کرتے ہیں۔ مگر ان کی تعداد کم ہے تسبیح و تحمید کے لئے یہ ضروری نہیں۔ کہ ہاتھ میں ضرور تسبیح پکڑی جائے بلکہ زبان سے اور دل و دماغ سے خدا تعالٰے کی یاد کرنی چاہیئے۔ مگر بہت کم لوگ ایسا کرتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ دلوں میں صفائی پیدا نہیں ہوتی۔ اور جلدی ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ خدا تعالٰے سے ان کا تعلق کمزور ہوتا ہے۔ اور ان کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے۔ جیسے کوئی شخص سر پر برتن رکھ کر جا رہا ہو۔ ایسے شخص کو اگر ذرا سی ٹھوکر لگے۔ تو برتن بھی نیچے گر جائینگے ایسے لوگوں کا تعلق خدا تعالٰے سے ایسا ہی ہوتا ہے۔ اسی لئے وہ ذرا سی ٹھوکر کے ساتھ خدا تعالٰے سے الگ ہو جاتے ہیں۔ لیکن محبت ایک ایسی چیز ہے۔ جو بندے اور خدا تعالٰے کو باندھ دیتی ہے۔ اور جو چیز دوسری سے باندھ دی جائے وہ گرا نہیں کرتی۔ اسے جب پھینکا بھی جائے۔ تو وہ بندھی رہتی ہے۔ تو نوافل خدا اور بندے کو اسی طرح باندھ دیتے ہیں۔ جس طرح ایک چیز دوسری سے رسی یا زنجیر کے ساتھ باندھ دی جاتی ہے۔ یا جس طرح ویلڈنگ کرتے ہیں۔ نوافل سے خدا تعالٰے اور بندے کے درمیان ویلڈنگ ہو جاتا ہے۔ اور ایسے انسان کو جب ٹھوکر لگے۔ اور وہ گرے تو خدا تعالٰے بھی ساتھ گرتا ہے۔ تا تفرقہ نہ ہو۔ اور اگر اسے کوئی اوپر پھینکتا ہے تو خدا تعالٰے بھی ساتھ ہی اوپر جاتا ہے۔ مگر جب تک یہ ویلڈنگ نہ ہو۔ ذرا سی ٹھوکر سے وہ ادھر جا پڑتا ہے اور یہ ادھر۔ اس زمانہ میں ابتلاؤں کی جو کثرت ہے وہ اسی وجہ سے ہے کہ لوگوں نے نوافل اور ذکر اذکار کو بھلا دیا۔ پس میں احباب کو خصوصیت سے نصیحت کرتا ہوں۔ کہ نوافل اور ذکر الٰہی جو فرائض اور نماز باجماعت کے بعد ضروری چیزیں ہیں ان کی عادت ڈالیں تا اللہ تعالٰے اور ان کے درمیان ایک مضبوط رشتہ قائم ہو جائے۔ جو ذرا ذرا سی ٹھوکروں سے نہ ٹوٹ سکے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کو مخاطب کرکے فرمایا۔ کہ تم سے پہلی قوموں پر ایسے عذاب آئے ہیں۔ کہ ان میں سے بعض آروں سے چیرے گئے۔ مگر وہ مرتد نہیں ہوئے۔

عیسائیوں کی تاریخ

میں ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ کہ روم کے بادشاہوں نے ان میں سے بعض کو آروں سے چروا دیا۔ مگر انہوں نے اپنے ایمان کو نہ چھوڑا۔ مگر اب دیکھ لو کتنی جلدی ٹھوکر لگ جاتی ہے۔ یہ

فلسفہ اور دہریت کا زمانہ

ہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالٰے کے ساتھ محبت پیدا کرنے والے ذرائع کو لوگوں نے نظر انداز کر دیا ہے۔ اس لئے قلوب میں صفائی پیدا نہیں ہوتی۔ اور اللہ تعالٰے کے ساتھ اس قسم کا جوڑ اور تعلق پیدا نہیں ہوتا۔ جو ایسے بد اثرات سے انسان کو بالا کر دے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جب تک قلب۔ دماغ اور خیالات میں صفائی نہ ہو ذکر اذکار بھی مفید نہیں ہوتا۔ یہ ایسی ہی بات ہوتی ہے۔ جیسے کوئی انسان عمدہ عمدہ مرغن کھانے تو کھائے مگر سارا دن چارپائی پر ہی بیٹھا رہے۔ ذکر الٰہی اس وقت تک

قرب الٰہی کا موجب

نہیں ہوسکتا۔ جب تک اس کے ساتھ دل و دماغ میں صفائی نہ ہو۔ محض زبان سے بعض الفاظ کہہ دینا کافی نہیں بلکہ اللہ تعالٰے کی نظر دل کی صفائی پر ہوتی ہے۔ اس کے بغیر بسا اوقات ذکر الٰہی عذاب کا موجب ہو جاتا ہے۔ جیسے پیشاب کی بوتل میں اگر کوئی عمدہ شربت ڈال لے تو وہ اسے کوئی بشاشت نہیں پہونچا سکتا۔ یا کوئی عمدہ کھانا پاخانہ کے برتن میں ڈال لے تو وہ کوئی طاقت نہیں پیدا کرے گا۔ بلکہ صحت کو اور خراب کر دے گا۔ عمدہ غذا اسی وقت مفید ہوسکتی ہے۔ جبکہ وہ برتن بھی صاف ہو۔ جس میں وہ ڈالی جائے۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ فلاں شخص بڑے وظائف کیا کرتا تھا۔ مگر مرتد ہو گیا اور یہ نہیں سوچتے۔ کہ عمدہ سے عمدہ شربت بھی پیشاب کے برتن میں پڑ کر خراب ہو جاتا ہے۔ جس کا دل اور دماغ صاف نہیں۔ اسے ذکر اذکار کوئی فائدہ نہیں دے سکتے۔ جس طرح کہ اچھی غذا خراب برتن میں پڑ کر خراب ہو جاتی ہے۔ یا جیسے کسی اچھے برتن میں خراب غذا ڈال دی جائے۔ تو وہ اچھی نہیں بن جاتی۔ یہ دونوں چیزیں ضروری ہیں۔ یعنی اپنے دل و دماغ اور خیالات کی صفائی اور پھر ذکر الٰہی کی عادت۔ شاہ ولی اللہ صاحب بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ ان کی ایک پوتی بہت ذکر کیا کرتی تھیں ایک دفعہ ان کے ایک بھائی شاہ نذ[ir] ان کا نام شاہ عبد الغنی تھا ان سے ملنے آئے تو دیکھا کہ وہ مصلے پر بیٹھی ہیں۔ انہوں نے کہا بہن تم مصلے پر بہت بیٹھی رہتی ہو۔ انہوں نے کہا۔ کہ مجھے ذکر الٰہی میں بڑی لذت آتی ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے تو یوں نظر آتا ہے۔ کہ تم اس میں غلو کرنے لگی ہو۔ ایسا نہ ہو کہ

فرائض میں سستی

ہو جائے۔ یہ نصیحت کرکے وہ چلے آئے اگلے جمعہ کے بعد پھر ملنے گئے۔ جمعہ کے جمعہ جاتے تھے۔ تو بہن نے کہا کہ اب تو مجھے فرائض سے زیادہ نفلوں میں لذت آتی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہی اصل چیز ہے۔ بھائی نے کہا کہ ہشیار رہو شیطان خدا تعالٰے سے دور لے جا رہا ہے اگلے جمعہ کو وہ پھر آئے تو بہن نے کہا کہ بھائی بات تو آپ نے ٹھیک کہی تھی۔ اب تو بعض دفعہ مجھے طبیعت پر جبر کرکے فرائض ادا کرنے پڑتے ہیں۔ کوئی علاج بتاؤ بھائی نے کہا لاحول پڑھا کرو اگلے جمعہ وہ پھر آئے۔ تو بہن نے کہا بھائی خدا آپ کا بھلا کرے۔ میں نے کشف میں دیکھا ہے کہ شیطان بندر کی صورت میں بیٹھا غصہ سے دانت پیس رہا ہے۔ اور آپ کی طرف اشارہ کرکے کہتا ہے۔ کہ اس نے تمہیں بچا لیا۔ ورنہ میں تو تمہیں جہنم میں لے جاتا۔ تو جب تک

دماغ اور قلب کی صفائی

نہ ہو۔ اور اس کے ساتھ فرائض کی پابندی۔ ذکر الٰہی بھی عذاب بن جایا کرتا ہے۔ پس یہ دونوں چیزیں بہت ضروری ہیں۔ ایک ہی طرف لگ جانا بے وقوفی کی بات ہے۔ اور اس سے قرب الٰہی حاصل نہیں ہوسکتا۔ بیک وقت دونوں چیزیں ضروری ہیں اور جب یہ دونوں مل جائیں۔ تو خدا تعالٰے سے ایسی پیوستگی ہو جاتی ہے۔ اور ایسا لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ دنیا کی کوئی چیز پھر ایسے انسان کو خدا تعالٰے سے جدا نہیں کرسکتی۔ اس

کامل محبت کی ایک مثال

اسی لاہور میں ظاہر ہو چکی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب دعوے کیا تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے بہت مخالفت کی۔ اور سارے ملک میں پھر کر آپ کے خلاف کفر کے فتوے حاصل کئے۔ بلکہ یہاں تک کہہ دیا۔ کہ میں نے ہی اس شخص کو اوپر اٹھایا تھا۔ اور اب میں ہی اسے گراؤنگا۔ وہ یہاں لاہور میں آکر بیٹھ گئے اور خوب زور سے مخالفت شروع کر دی۔ لدھیانہ کے ایک ان پڑھ دوست میاں جمال الدین صاحب تھے۔ بہت ہنس مکھ آدمی تھے۔ حج کا ان کو بے انتہا شوق تھا اور باوجود یکہ کہ ریلیں نہ تھیں۔ اور جہاز بھی دخانی نہ تھے۔ پھر بھی انہوں نے ۸۔ ۱۰ حج کئے تھے

اس زمانہ میں بہت سا سفر پیدل کرنا پڑتا تھا۔ اور ایک ایک حج میں دو دو سال لگ جاتے تھے۔ ان کی طبیعت میں مذاق بہت تھا۔ اور بچوں میں بہت خوش رہتے تھے۔ ہمیں بھی وہ اپنے لطائف سنایا کرتے تھے۔ اور ہم ہنس ہنس کر لوٹ لوٹ جاتے تھے۔ بہت سادہ آدمی تھے۔ اور چائے کے بہت عادی تھے۔ چونکہ لدھیانہ میں افغان شہزادے رہتے ہیں۔ اس لئے وہاں چائے کا عام رواج ہے۔ وہ کہا کرتے تھے۔ کہ میاں معلوم ہے۔ حج کو جاتے ہوئے ہم چائے کس طرح پیتے ہیں۔ وہاں رستہ میں سماوار وغیرہ کہاں ہوتے ہیں۔ بس تو یوں کرتا تھا کہ جہاں چائے کا وقت آیا اور چائے نہ ملی۔ تو چائے کی پتی لی اور پھانک لی۔ پھر جب کہیں گرم پانی ملا اوپر سے وہ پی لیا۔ بس پیٹ میں جا کر آپ ہی چائے بن گئی۔ ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بہت محبت تھی۔ اور وہ مولوی محمد حسین صاحب کے بھی بڑے مداح تھے ان کے اوپر بھی اہلحدیث کا رنگ چڑھا ہؤا تھا انہوں نے جب سنا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا ہے۔ تو کہا کہ نہیں مرزا صاحب کفر کی بات نہیں کر سکتے۔ ان کو کوئی غلطی لگی ہوگی وہ

قرآن کے عاشق

ہیں۔ وہ یہ شور سن کر قادیان آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے لوگ کہتے ہیں آپ قرآن کریم کے خلاف عقائد رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میاں جمال دین آپ نے کبھی دیکھا ہے کہ میں نے قرآن کریم کے خلاف کوئی بات کہی ہو۔ انہوں نے کہا۔ اللہ آپ کا بھلا کرے۔ میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ لوگ غلط کہتے ہیں۔ یہ بھی تو جھوٹ ہے نا کہ آپ کہتے ہیں حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت ہو گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا یہ تو سچ ہے مگر قرآن کریم میں یہی لکھا ہے۔ میاں جمال الدین صاحب نے کہا کہ قرآن کی بیسیوں آیات ان کے زندہ ہونے کی شاہد ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اگر ایک بھی ہو تو میں مان لوں گا وہ کہنے لگے کہ بس میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ کوئی غلط فہمی ہو گئی ہوگی۔ اب معاملہ صاف ہو گیا۔ میں ایک سو آیات مسیح علیہ السلام کی زندگی کے ثبوت میں لکھوا لاتا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں سو کی تو کوئی ضرورت نہیں ہم تو ایک بھی ہو۔ تو مان لیں گے۔ انہوں نے کہا کہ اچھا پچاس لے آؤں۔ آپ نے فرمایا میں تو ایک کو بھی ماننے کو تیار ہوں۔ آخر میاں جمال الدین صاحب نے کہا اچھا میں دس آیات لکھوا لاتا ہوں۔ کیا آپ انکو دیکھ کر اپنے خیال سے رجوع کر لیں گے آپ نے فرمایا کہ ہم تو ایک آیت بھی دیکھ کر رجوع کر لیں گے۔ اس پر وہ اٹھے اور کہا۔ پھر یہ وعدہ کریں کہ لاہور چل کر شاہی مسجد میں اپنی غلطی کا اعتراف کریں تاکہ سب ملک کو معلوم ہو جائے۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا۔ وہ خوش خوش لاہور کی طرف روانہ ہو گئے۔ جہاں اس وقت مولوی محمد حسین صاحب ان دنوں مخالفت کا شور بلند کر رہے تھے اور چینیاں والی مسجد میں جہاں اہلحدیثوں کا جمعہ ہوتا ہے اس میں مقیم تھے اتفاق سے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ بھی ان دنوں چھٹی لے کر یہاں آئے ہوئے تھے۔ اور مولوی محمد حسین صاحب نے ان کے خلاف بھی اشتہار بازی شروع کر رکھی تھی۔ کہ کافر کا چیلا یہاں آ گیا ہے۔ اور اعتراض کر رہے تھے۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ بھی جواب دیتے تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب کہتے تھے۔ کہ قرآن کریم کی جو تفسیر احادیث میں ہو۔ وہی قابل قبول ہے۔ اور آپ فرماتے تھے کہ بعض احادیث غلط بھی ہو سکتی ہیں۔ آخر آپ نے مان لیا کہ اچھا قرآن کریم اور بخاری میں جو بات ہو وہ میں مان لوں گا۔ اور مولوی محمد حسین صاحب اپنے معتقدین میں بیٹھے بڑے زور سے یہ کہہ رہے تھے کہ دیکھا میں نے کس طرح نورالدین کو قابو کیا۔ اور آخر حدیث کی طرف لے آیا ہوں۔ انہیں اپنی تعریف آپ کرنے کی بہت عادت تھی۔ اور اس بات کو بڑے فخر سے بیان کر رہے تھے کہ ادھر سے میاں جمال الدین پہنچ گئے۔ اور کہا کہ بس چھوڑ دیجئے اب فیصلہ ہو گیا۔ میں قادیان گیا تھا مرزا صاحب میرے دوست ہیں۔ مجھے یقین تھا کہ وہ قرآن کریم کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اب میں آیا ہوں اور ان سے یہ فیصلہ کر آیا ہوں۔ کہ دس آیات وفات مسیح کی تائید میں میں ان کو دکھا دوں گا۔ اور وہ شاہی مسجد میں آ کر اپنے خیالات سے توبہ کر لیں گے۔ بس آپ مجھے دس آیات لکھ دیں۔ یہ بات سن کر مولوی محمد حسین صاحب کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ اور بڑے غصہ سے کہا کہ تم جاہل آدمی ہو تمہیں کس نے کہا ہے کہ علمی باتوں میں دخل دو۔ میں تین ماہ تک کوشش کر کے نورالدین کو حدیث کی طرف لایا تھا۔ یہ پھر قرآن کی طرف لے جا رہا ہے۔ یہ بات مولوی محمد حسین صاحب نے غصہ میں کہہ دی۔ اور یہ خیال نہ کیا کہ اس سے ان کی کمزوری کا اظہار ہوتا ہے۔ میاں جمال دین تھے تو بے شک ان پڑھ۔ مگر جب یہ بات سنی تو ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ تھوڑی دیر خاموش رہے۔ اور پھر یہ کہہ کر کہ مولوی صاحب اچھا

جدھر قرآن اُدھر ہم

اٹھ کر چل پڑے۔ اور قادیان میں آ کر بیعت کر لی۔ ان کا خدا تعالےٰ کے ساتھ تعلق محبت کا تھا۔ وہ یہ محسوس کرتے تھے۔ کہ میں ہر چیز کو چھوڑ سکتا ہوں۔ مگر خدا تعالےٰ کے کلام کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اس لئے جب دیکھا۔ کہ مولوی محمد حسین قرآن کریم کو چھوڑ رہے ہیں۔ تو کسی اور دلیل کی ضرورت ہی نہ رہی۔ اور جب مومن کی یہ حالت ہو جائے۔ اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ اسے محبت کا ایسا تعلق ہو جائے۔ تو پھر اسے کوئی ابتلاء پیش نہیں آ سکتا۔ وہ یہی کہتا ہے۔ کہ اچھا جدھر قرآن ادھر ہی ہم۔ دوسرا کلمہ اس کی زبان سے نہیں نکلتا۔ اور جو شخص خدا تعالےٰ کا قرب چاہتا ہے اسے یہی مقام حاصل کرنا چاہئیے۔ اور خدا تعالےٰ کے ساتھ مضبوطی سے بندھا ہؤا ہونا چاہئیے۔ یہ نہیں کہ یہ تعلق کمزور ہو۔ اور ذرا سی ٹھوکر لگنے پر یہ ادھر اور وہ ادھر جا پڑے۔ یہی اصل

اطمینان کا مقام

ہوتا ہے۔ اور اسی سے خدا تعالےٰ کے وہ فضل نازل ہوتے ہیں جن کے بغیر مجاہدہ حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب خدا تعالےٰ کے ساتھ ایسا مضبوط تعلق قائم ہو جائے تو ایسے انسان کو گو دنیا بھی چھوڑ دے لوگ کتنا اسے بدنام کریں۔ مگر خدا تعالےٰ اسے نہیں چھوڑتا۔ جس دن حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو صلیب دیا گیا۔ اس دن کون کہہ سکتا تھا۔ کہ ان کے بعد بھی کوئی ان کا نام لے گا۔ حتیٰ کہ حواری بھی ان کو چھوڑ گئے۔ مگر ان کا خدا تعالےٰ سے مضبوط تعلق تھا۔ پس خدا تعالےٰ نے ان کو نہ چھوڑا۔ اور آخر ان کا نام عزت سے دنیا میں قائم ہو گیا۔ دشمنوں نے جب حضرت امام حسین علیہ السلام کو کربلا کے میدان میں شہید کیا۔ تو کون کہہ سکتا تھا۔ کہ ان کا نام دنیا میں عزت سے یاد کیا جائے گا۔ اسوقت دشمن کتنے فخر سے کہتے ہوں گے۔ کہ ہم نے موذی کی نسل کا ہی صفایا کر دیا۔ اور دیکھو تو کیسا برا انجام ان لوگوں کا ہؤا۔ مگر زمانہ نے آخر کیا ثابت کیا۔ یہی کہ خدا تعالےٰ کے ساتھ تعلق رکھنے کی وجہ سے خاندان کی تباہی کے باوجود بھی ان کا نام ہمیشہ عزت کے ساتھ زندہ ہے۔ اور اولاد بھی اتنی پھیلی ہے کہ دنیا کے ہر گوشہ میں سادات موجود ہیں اور دوسری طرف دیکھو تو آج بھی کہ جو

ایمانی تنزل کا زمانہ

ہے کسی کو یہ جرأت نہیں کہ اپنے بیٹے کا نام یزید رکھ سکے جسطرح بعض زمانوں میں خدا تعالےٰ کا نام بھی دب مٹ جاتا ہے بیشک اسکے بندوں کا بھی مٹ جاتا ہے مگر جب بھی پھر خدا تعالےٰ کا نام ابھرتا ہے ساتھ ہی انکا بھی ابھر آتا ہے۔

اگر انسان خدا تعالیٰ کے نام کو دل سے نکالتا ہے۔ تو ان کا بھی نکل جاتا ہے۔ مگر جب خدا تعالیٰ کا نام زندہ ہوتا ہے ان کا بھی ساتھ ہی ہو جاتا ہے پس اپنی حالت کو اس رنگ میں سنوارو کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ مستقل رشتہ پیدا ہو جائے۔ اور اس رشتہ کے پیدا کرنے کا طریق میں نے بتا دیا ہے۔ اس کے بعد میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ بے شک لاہور کی جماعت بڑھ رہی ہے۔ مگر لاہور کا شہر ان سے بہت زیادہ نسبت سے بڑھ رہا ہے۔ پہلے کبھی جمعہ میں میں نے اتنے آدمی نہیں دیکھے جتنے آج ہیں۔ مگر پہلے شہر بھی اتنا بڑھا ہوا نہیں دیکھا جتنا آج ہے۔ اور اگر شہر زیادہ بڑھے۔ اور جماعت اس نسبت سے کم بڑھے۔ تو یہ جماعت کی کمی پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے احباب کو تبلیغ کی طرف بھی خاص طور پر توجہ کرنی چاہیئے۔ اب تو تبلیغ کے لئے ایک بہانہ بھی پیدا ہو گیا ہے۔ ہر شخص تفسیر کبیر لے کر اپنے دو دو چار چار دس دس بیس بیس بلکہ پچاس پچاس اور سو سو دوستوں کے پاس جائے۔ اور اس کی خریداری کی تحریک کرے۔ یہ میں کسی ذاتی نفع کے لئے نہیں کہہ رہا۔ کیونکہ یہ تفسیر سلسلہ کا مال ہے۔ میرا ذاتی نہیں۔ نیز اس تفسیر کی اشاعت پر اس قدر زور دینے کی بھی مجھے ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس کا اکثر حصہ فروخت ہو چکا ہے۔ پس میں اس کی فروخت کے لئے نہیں بلکہ تبلیغ کے لئے ایک مؤثر ذریعہ ہونے کی وجہ سے اس کی تحریک کر رہا ہوں۔ اور اس سے تبلیغ کے لئے موقعہ پیدا ہو سکتا ہے۔ بعض لوگ اسے ہتک سمجھتے ہیں کہ اسے دوسروں کے پاس فروخت کریں۔ حیدرآباد کے بعض دوستوں کو میں نے تحریک کی۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم خرید کر امراء کو بطور تحفہ پیش کر دیں گے۔ مگر میں نے کہا۔ کہ مجھے یہ منظور نہیں۔ اور نہ مجھے پیسوں کی ضرورت نہیں۔ بلکہ میں چاہتا ہوں کہ تحریک کی جائے۔ کہ لوگ خود خریدیں انہوں نے کہا یہ بڑی مشکل بات ہے میں نے کہا جب تک تم اسے ہتک سمجھتے رہو گے نہیں تمہارا نفس بھی نہیں مرے گا۔ اور اگر خود خرید کر کسی کو دے دو گے۔ تو یہ خدا تعالیٰ کی خاطر نہیں بلکہ ان کی خاطر نیکی ہو گی۔ پس اگر لاہور کے دوست دس دس بیس بیس دوستوں کے پاس جائیں۔ تو اسی ذریعہ سے

ہزاروں لوگوں کو تبلیغ کا موقع مل جائے گا

کوئی گالیاں دے گا۔ کوئی برا بھلا کہے گا۔ مگر کوئی خرید بھی لے گا۔ اور کسی نہ کسی کے مکان میں آواز پڑے گی تو کسی نہ کسی کو ہدایت بھی ہو جائے گی۔ ہم نے دیکھا ہے۔ کئی لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کوئی کتاب خریدی۔ تو اسی کے ذریعہ ان کے پوتے نے بیعت کر لی۔ اور اس نے بیان کیا۔ کہ اس طرح کتاب پڑی تھی۔ میں نے اسے پڑھا۔ تو مجھے سمجھ آگئی۔ اور میں نے مان لیا۔ پس دوستوں کو تبلیغ کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ مرکزی مقام ہے۔ اور اس میں جماعت جتنی ترقی کرے گی۔ اور جتنی مضبوط ہو گی۔ اتنا ہی اس کا اثر سارے صوبہ پر اچھا ہو گا۔ پس تبلیغ مقامی لحاظ سے بھی اور جماعت کے لحاظ سے بھی لاہور کی جماعت کے لئے بہت ضروری ہے۔ اور اس طرف ان کو خاص توجہ کرنی چاہیئے۔

الفضل کی توسیع اشاعت کیلئے کوشش

مرزا عبد اللطیف صاحب بی اے قائد مجلس خدام الاحمدیہ دہلی نے اس ہفتہ دو خریدار مہیا فرمائے ہیں۔ اس سے پہلے بھی آپ خریدار بنا چکے ہیں گویا دو ماہ کے عرصہ میں انہوں نے دس خریدار مہیا فرمائے ہیں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء امید ہے۔ دوسرے مقامات کی مجالس بھی الفضل کی توسیع اشاعت کے لئے ہر ممکن کوشش فرما کر ہمیں اپنی مساعی سے مطلع فرمائیں گی۔ (مینیجر)

اللہ تعالیٰ کے حضور مقبول قربانی وہی ہے جو اپنی خوشی سے کی جائے

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے حضور تحریک جدید کے وعدے کرنے والے احباب وہ ہیں۔ جو اپنی خوشی اور رضا و رغبت سے تحریک جدید کی قربانی پر لبیک کہتے ہیں۔ اور خوشی کی قربانیاں ہی ہیں۔ جو انسان کو سرور اور راحت دیتی ہیں۔ اور جماعت احمدیہ میں بہت سے لوگ ہیں "جنہیں ہر قسم کی قربانیاں کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ باوجود اس کے وہ خواہش کرتے ہیں۔ کہ انہیں قربانی کا اور موقعہ ملے۔ یہی لوگ حقیقی جنت میں ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کا دل خدا تعالیٰ کی رضا سے خوش ہوتا رہتا ہے اور کوئی تکلیف انہیں غمگین نہیں کر سکتی"۔

"مال و دولت کا تو یہ حال ہے۔ کہ اس میں نقصان ہوتا رہتا ہے۔ چور لے جاتے ہیں گھر میں کوئی بیمار ہو جائے۔ تو ڈاکٹروں اور دوائیوں پہ بہت سا روپیہ اٹھ جاتا ہے۔ لیکن اگر مال کو دین کی راہ میں خرچ کر دیا جائے۔ اور بہ رضا و رغبت خوشی سے قربانیاں کی جائیں۔ تو نتیجۃً انسان بہت زیادہ نفع میں رہتا ہے۔

پس وہ لوگ جو تحریک جدید کے جہاد میں شامل ہیں۔ انہوں نے جہاں اپنے وعدے اپنی خوشی اور مرضی سے کئے ہیں اور بغیر کسی اصرار اور جبر کے کئے ہیں وہ اپنے وعدوں کی ادائیگی بھی اسی جذبہ اور اسی اخلاص کے ساتھ کریں کیونکہ خوشی اور رضا و رغبت کی قربانی ہی اللہ تعالیٰ کے حضور مقبول ہوتی ہے۔ اور تحریک جدید کی غرض یہ ہے کہ جماعت میں تقویٰ اور اخلاص پیدا کیا جائے۔ کیونکہ تقویٰ اور اخلاص پر مبنی قربانیاں ہی نتیجہ خیز اور بابرکت ہوتی ہیں۔ پس سال ہفتم کا وعدہ کرنے والے احباب وعدے جلد تر پورا کرنے کی طرف توجہ فرمادیں اور وعدہ کی ادائیگی کے وقت ان کو خوشی اور قلب میں راحت محسوس ہو۔ یہی قبولیت کا نشان ہے۔ (فنانشل سکرٹری تحریک جدید)

ترک حقہ نوشی

مجلس خدام الاحمدیہ افراد حقہ نوشی کے لئے بھی کوشش کرتی ہے۔ قبل ازیں دارالذکر کی مجلس کی کوشش کے نتیجہ میں ایک فہرست حقہ نوشی ترک کرنے کا عہد کرنے والوں کی الفضل میں شائع کی جا چکی ہے اس سلسلہ میں ایک اور قسط شائع کی جاتی ہے۔ احباب جماعت ان دوستوں کے لئے اپنے عہد پر ثابت قدم رہنے کی دعا فرمائیں نیز دوسرے احباب میں بھی حقہ نوشی کے ترک کرنے کی تحریک فرماتے رہیں۔ ضلع ہوشیارپور کے مندرجہ ذیل دوستوں نے حقہ نوشی ترک کرنے کا عہد کیا ہے

(۱) محمد علی صاحب سکنہ کریم پور
(۲) محمد یعقوب صاحب
(۳) حاکم خان صاحب پنام
(۴) فضل احمد صاحب کنیام

نتیجہ انتخاب امیدواران ملازمت صدر انجمن احمدیہ

جو امیدوار ۲۶ جنوری ۱۹۴۱ء کو تحقیقاتی کمیشن کے سامنے بغرض امتحان اور انٹرویو پیش ہوئے تھے۔ اُن میں سے صرف مندرجہ ذیل اصحاب پاس ہوئے ہیں:-

(۱)	قریشی عطاء اللہ صاحب ولد قریشی شیخ محمد صاحب	قادیان
(۲)	چوہدری بشیر علی صاحب ولد چوہدری نواب الدین صاحب	″
(۳)	محمد احمد صاحب ولد مولوی عبدالعزیز صاحب	″
(۴)	ملک عبدالحمید صاحب ولد مولوی مہرالدین صاحب	لالہ موسیٰ
(۵)	محمدالدین صاحب ولد چوہدری حسین بخش صاحب	غازی کوٹ
(۶)	مرزا منور احمد صاحب ولد مرزا برکت علی صاحب	قادیان
(۷)	بابر علی صاحب ولد حیدر علی شاہ صاحب	سیان

(ناظر اعلیٰ)

گیارہ سے پندرہ سال کے اطفال احمدیہ کے امتحان کیلئے نصاب

مجلس خدام الاحمدیہ قادیان کے اجلاس منعقدہ ۲۱ تبلیغ ۱۳۲۰ ہش مطابق ۲۱ فروری ۱۹۴۱ء میں بچوں نے متفقہ طور پر یہ تجویز پاس کی تھی۔ کہ جس طرح خدام الاحمدیہ کا سہ ماہی امتحان لیا جاتا ہے۔ اسی طرح گیارہ سے پندرہ سال کے بچوں کے لئے بھی سہ ماہی نصاب مقرر کر کے امتحانات لئے جایا کریں۔ اس تجویز کو جامہ عمل پہنانے کیلئے اپریل سے جون ۱۹۴۱ء تک تین ماہ کیلئے "ہمارا خدا" مصنفہ حضرت میاں بشیر احمد صاحب ایم۔ اے (مکمل) اور "مسلم نوجوانوں کے سنہری کارنامے" مؤلفہ شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر قادیان کے پہلے ۲۵ صفحات بطور نصاب مقرر کئے گئے ہیں۔ امتحان ماہ جون ۴۱ء کے آخری دنوں میں ہوگا انشاء اللہ معین تاریخ کا اعلان بعد میں ہوگا۔ گیارہ سے پندرہ سال کی عمر کے ایسے بچوں کے لئے جو مجلس اطفال کے ممبر ہیں اس امتحان میں شامل ہونا ضروری ہوگا مربی اصحاب کو چاہئے کہ وہ بچوں کو اس امتحان میں شمولیت کی طرف توجہ دلاتے رہیں اور تیاری میں انکی ہر طرح مدد فرمادیں۔

قادیان میں باموقعہ سکنی اراضی

اب جبکہ مجلس مشاورت قریب آرہی ہے۔ احباب کی اطلاع کیلئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ اس وقت قادیان کے محلہ جات دارالرحمت و دارالیسر و دارالوداد و دارالبرکات میں اچھے موقعہ کے عمدہ عمدہ قطعات قابل فروخت موجود ہیں۔ جن کی قیمت حسب موقعہ علیحدہ علیحدہ مقرر ہے جو فی الجملہ پندرہ ۱۵ روپیہ فی مرلہ سے لیکر پینتیس ۳۵ روپیہ فی مرلہ تک ہے مجلس مشاورت کے موقعہ پر گذشتہ جلسہ سالانہ والی رعایت بھی جو سوا چھ فی صدی تھی دی جائے گی۔ مگر یہ رعایت صرف نقد اور یکمشت قیمت ادا کرنے والوں کو ملے گی۔ یہ رعایت ۱۰ اپریل ۱۹۴۱ء بروز جمعرات سے لیکر ۱۴ اپریل ۱۹۴۱ء بروز سوموار تک رہے گی خواہشمند احباب اس موقعہ سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ والسلام

خاکسار

مرزا بشیر احمد قادیان

19 3/41/20

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں!

لاہور ۱۹ مارچ معلوم ہوا ہے کہ سکھوں کے مطالبہ کو منظور کرتے ہوئے گوردوارہ امنڈمنٹ بل کو واپس لے لینے کا حکومت نے فیصلہ کر لیا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ بعض دوسرے مطالبات بھی منظور کر لئے جائیں گے۔ اور مورچہ بازی کی نوبت نہ آسکے گی۔

کلکتہ ۱۹ مارچ - وزیر اعظم بنگال نے اسمبلی میں ایک بیان دیتے ہوئے کہا۔ کہ ڈھاکہ میں شدید فرقہ وار فساد ہوا ہے۔ فسادیوں نے شہر کے بعض حصوں کو آگ لگا رکھی ہے۔ اور وہ جل رہے ہیں۔ ایک مسجد مسمار اور دو کو مسمار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہجوم کے منتشر ہونے سے انکار کرنے پر پولیس نے دو بار گولی چلائی۔ چودہ اشخاص ہلاک اور ۱۹ زخمی ہوئے۔ کرفیو آرڈر نافذ کر دیا گیا ہے۔

لنڈن ۱۹ مارچ - پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے وزیر داخلہ نے کہا کہ جنگ کے فوراً بعد پارلیمنٹ کے نئے انتخابات کرانا تباہ کن ہوگا۔ اس وقت ہمارے سامنے اہم ترین کام دنیا کی از سر نو ترتیب ہوگا۔ آپ نے مختلف پارٹیوں سے بدستور متحد رہنے کی اپیل کی۔

لنڈن ۲۰ مارچ - مسٹر ایڈن اور ترکی کے وزیر خارجہ میں جو بات چیت ہوئی تھی۔ اس کے بعد حالات میں کئی تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔ آج خبر آتی ہے۔ کہ جرمنی اور یوگوسلاویہ میں بات چیت ابھی ہو رہی ہے۔ یہ معلوم نہیں کب ختم ہو۔ یوگوسلاویہ کی فوجوں کو لام پر بلا لیا گیا ہے۔ یوگوسلاویہ کے سابق وزیر اعظم کو جو جرمنی کا حامی تھا۔ ملک سے نکال دیا گیا ہے۔ رائٹر کا بیان ہے۔ کہ ایک بات یقینی ہے۔ کہ کئی ماہ قبل کے مقابلہ میں آج یہ ملک اپنے ارادہ پر زیادہ مضبوط ہے۔ برلن میں دفتر خارجہ کے ایک افسر نے کہا کہ یوگوسلاویہ پر قابو اتنا آسان کام نہیں جتنا جرمن ظاہر کر رہے ہیں۔ دس ملک

کی خفیہ مجالس جرمن مال کو نقصان پہنچانے کی برابر کوششیں کر رہی ہیں۔ کل دو گاڑیاں پٹری سے اتار دی گئیں۔

لنڈن ۲۰ مارچ - مشرقی افریقہ میں اطالویوں کی حالت روز بروز نازک ہوتی جا رہی ہے۔ برطانی سپاہیوں نے سنگینوں سے حملہ کر کے کیرن کے پاس ایک اہم پہاڑی پر قبضہ کر لیا ہے۔ حبشہ میں ہماری فوجیں ۷۵ میل لمبی سڑک پر آگے بڑھ رہی ہیں۔ ان کے آگے آگے برطانی ہوائی جہاز اطالوی مورچوں پر بمباری کرتے جاتے ہیں۔ جنوبی افریقہ کے کارخانوں میں مسلح گاڑیاں۔ بم اور گولہ بارود کافی مقدار میں تیار ہو رہا ہے۔

لنڈن ۲۰ مارچ - برطانی طیاروں نے کولون پر شدید حملہ کیا۔ یہ شہر رائن لینڈ سے آنے والی ریلوں اور نہروں کا اہم جنکشن ہے۔ اس پر یہ ۶۲ واں حملہ ہے۔ دشمن کے حملے کا زور کل رات لنڈن پر رہا۔ مگر آدھی رات کے بعد گھٹ گیا۔ جانی نقصان تو زیادہ نہیں ہوا۔ مگر مکانوں اور عمارتوں کو کافی نقصان پہنچا۔ ٹیمز کے دہانہ کے دونوں طرف حملے ہوئے اور بم گرے۔ ایک جرمن طیارہ گرا لیا گیا!

دہلی ۲۰ مارچ - ریاست راج پیپلا کی طرف سے دو شکاری ہوائی جہاز خریدنے کے لئے دس ہزار پونڈ دیئے گئے ہیں۔ گورنر مدراس کے جنگی فنڈ میں ۷۹ لاکھ روپیہ جمع ہو چکا ہے۔

بھوپال ۲۰ مارچ - بھوپال کی بیگم صاحبہ نے ان ریاستی سپاہیوں کے لئے جو میدان جنگ میں گئے ہوئے ہیں۔ اپنی طرف سے سگرٹ ریڈیو سیٹ اور کئی دیگر چیزیں بھیجی ہیں۔

لکھنؤ ۲۰ مارچ کل سے یوپی میں جنگی ہفتہ منایا جائے گا۔ اور

گورنمنٹ برطانیہ کی کامیابی کے لئے ہر جگہ دعا کی جائے گی۔ اس کے علاوہ فوج اور شہری گارڈ کی پریڈ بھی ہوگی پروگرام کا آغاز گورنر صاحب یوپی کریں گے۔

کراچی ۲۰ مارچ - سندھ اسمبلی کی کانگریس پارٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ سپیکر اور وزراء کی تنخواہیں بڑھائے جانے کی مخالفت کی جائے۔ اس بارہ میں عنقریب اسمبلی میں ایک بل پیش ہونے والا ہے۔

نئی دہلی ۲۰ مارچ گذشتہ دس سال میں اڑیسہ کی آبادی ۶ لاکھ بڑھ گئی ہے۔

نئی دہلی ۲۰ مارچ - صوبہ بہار کے نئے سال کے بجٹ میں ۳۱ لاکھ ۲۶ ہزار کی بچت دکھائی گئی ہے۔

نئی دہلی ۲۰ مارچ - اس وقت تک ڈھاکہ کے جھگڑے میں ۱۶ آدمی اور ۹۳ مجروح ہو چکے ہیں۔

کوئٹہ ۲۰ مارچ - بلوچستان کے لوگوں نے لڑائی کے لئے ۸۴ ہزار روپیہ دیا ہے۔ اس رقم سے آٹھ ہتھیار بند گاڑیاں خریدی جائیں گی۔

ایتھنز ۲۰ مارچ - آج صبح ایتھنز میں ہوائی حملہ کے متعلق خطرہ کا اعلان کیا گیا۔

لنڈن ۲۰ مارچ - یونان کے کمانڈر انچیف نے ملک معظم کی طرف سے نائٹ کا خطاب ملنے پر اپنی فوجوں کے سامنے ایک تقریر کرتے ہوئے کہا مجھے اس عزت پر فخر ہے اس سے میری ہی نہیں بلکہ تم میں سے ہر ایک افسر اور سپاہی کی عزت بڑھی ہے۔ مجھے تم جیسے بہادر سپاہیوں کا افسر ہونے پر ناز ہے۔

لنڈن ۲۰ مارچ اخبار ڈیلی ایکسپریس لکھتا ہے کہ ہٹلر بالشویکوں کے مقابلہ کے لئے ایک فوج تیار کر رہا ہے

لنڈن ۲۰ مارچ - عراق کے وزیر خارجہ نے قاہرہ سے لوٹتے ہوئے اخباری نمائندوں کو ایک بیان دیتے ہوئے کہا کہ قاہرہ میں برطانیہ کے وزیر خارجہ سے میری جو ملاقات ہوئی اس سے مجھے تسلی ہو گئی ہے۔ برطانیہ سے ہماری گہری دوستی ہے اور ہم ان ذمہ داریوں کو پورا کریں گے۔ جو بحیثیت دوست ہم پر عائد ہوتی ہیں۔

لنڈن ۲۰ مارچ - اطالویوں نے یہ تو نہیں مانا کہ ججیگا ان کے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ البتہ آج روم ریڈیو نے اتنا کہا کہ اب اس شہر سے آگے لڑائی ہو رہی ہے۔

لنڈن ۲۰ مارچ - رائٹر کا نامہ نگار لنڈن سے لکھتا ہے کہ ابے سینیا میں دو لاکھ اطالوی ایسے موجود ہیں جو موجودہ جنگ میں کوئی حصہ نہیں لے رہے۔ اگر حکومت اطالیہ نے درخواست کی کہ ان کو ابے سینیا سے چلے آنے کی اجازت دے دی جائے تو گورنمنٹ برطانیہ اسی وقت اس درخواست کو قبول کرے گی جب اطالوی کھلے طور پر اپنے ہتھیار ڈال دیں گے۔ کیونکہ برطانوی

اعلان مقاطعہ

مولوی مولا بخش صاحب جو تحریک جدید کے ماتحت بطور دیہاتی مدرس غازیکوٹ ضلع گورداسپور میں کام کرتے تھے اپنے مرکز سے یکم جنوری ۱۹۴۱ء سے بغیر اطلاع اور اجازت غیر حاضر ہوئے۔ ان کی اس بے ضابطگی پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں انچارج صاحب تحریک جدید کی طرف سے معاملہ پیش ہونے پر حضور نے ان کو ایک سال تک مقاطعہ کی سزا دی ہے اور فرمایا ہے کہ جماعت کا کوئی فرد ان سے تعلق نہ رکھے کیونکہ یہ بلا اجازت اپنی ڈیوٹی سے غائب ہوئے ہیں اور تا اطلاع ثانی سلسلہ کے کسی کام اور عہدہ پر ان کو بلا اجازت نہ لگایا جائے۔

ناظر امور عامہ سلسلہ احمدیہ قادیان

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور دفتر الفضل قادیان سے شائع کیا۔ ایڈیٹر: غلام نبی